معلوم نہیں کیوں!

جناب میر افق کاظمی امروہوی

(۱)

بیہوش، طرب کوش ہے، معلوم نہیں کیوں
غم لازمۂ ہوش ہے معلوم نہیں کیوں

بیہوش ہے، بیہوش ہے، معلوم نہیں کیوں
دل عشق میں خاموش ہے معلوم نہیں کیوں

پھر دل میں کوئی عزم ہے معلوم نہیں کیا
پھر سینے میں اک جوش ہے معلوم نہیں کیوں

ہر تارِ نفس پردۂ نغماتِ خفی ہے
دل بربطِ خاموش ہے معلوم نہیں کیوں

صد درد بہ پہلو دل بیتاب ہے، پھر بھی
صد شوق در آغوش ہے معلوم نہیں کیوں

بیتابیٔ جذبات نہاں سے دلِ مضطر
اک محشرِ خاموش ہے معلوم نہیں کیوں

ہر چند کہ ہم خاک ہوئے راہِ وفا میں
وہ پھر بھی جفا کوش ہے معلوم نہیں کیوں

قربان ہوا عشق، مگر حسن کی دنیا
احسان فراموش ہے معلوم نہیں کیوں

آتی ہے افق پھر کوئی آواز کہیں سے؟
عالم ہمہ تن گوش ہے معلوم نہیں کیوں

(۲)

کونین فراموش ہوں معلوم نہیں کیوں
بیہوش بصد ہوش ہوں معلوم نہیں کیوں

آغازِ محبت کا مزہ یاد ہے لیکن
انجام فراموش ہوں معلوم نہیں کیوں

پھر ہے دلِ مایوس میں ہیجانِ تمنّا — پھر میں ہمہ تن جوش ہوں معلوم نہیں کیوں
اب زیست ہی میری ہمہ کیف و ہمہ مستی — صد میکدہ بردوش ہوں معلوم نہیں کیوں
احساسِ مسرت ہے نہ پروا مجھے غم کی — خود رفتہ و مدہوش ہوں معلوم نہیں کیوں
لب بند، زباں گنگ، نگاہیں متحیر! — اک پیکرِ خاموش ہوں معلوم نہیں کیوں
ہر چند وہ کرتے ہیں جفاؤں پہ جفائیں — میں پھر بھی وفا کوش ہوں معلوم نہیں کیوں
سب کچھ وہ کہے جاتے ہیں مجھکو سرِ محفل — اس پر بھی میں خاموش ہوں معلوم نہیں کیوں
یہ ذوقِ عطا جوششِ رحمت تو نہیں ہے؟ — ہر لحظہ خطا کوش ہوں معلوم نہیں کیوں
کیا نغمہ نواز آج بھی وہ سازِ ازل ہے؟ — اب تک ہمہ تن گوش ہوں معلوم نہیں کیوں
میخانہ الٹ دے مرے پیمانے میں ساقی — میں رندِ بلا نوش ہوں معلوم نہیں کیوں

ہر چند افقؔ لطف نہیں بزمِ سخن میں
میں پھر بھی سخن کوش ہوں معلوم نہیں کیوں